لزوم والتزامِ کفر اور مولوی اسماعیل دہلوی

تحریر :-ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی ایم بی بی ایس جہانیاں، پنجاب (پاکستان)

پس منظر:-

اللہ کے مقبول بندے امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے ابو الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مختلف عبارات پر لزومِ کفر کا فتویٰ دیا مگر مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر نہ کہا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ...... ”لزوم والتزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکمِ کفر جاری کرتے ڈریں گے“...... (تمہید ایمان صفحہ ۵۰)

یہ بات دیوبندی اور غیر مقلد مناظرین کو سمجھ نہ آئی اور وہ تحریر و تقریر میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اس احتیاط کو الزام سمجھ کر پیش کرتے رہے۔ بارہا جواب پا کر بھی پروپیگنڈا سے باز نہ آئے۔ اُن کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر بعض نوشاد بھی امام احمد رضا سے ناشاد نظر آنے لگے۔ اندریں حالات میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس موضوع کو کھول کر بیان کر دیا جائے تاکہ اپنوں کو اطمینانِ مزید ملے اور مخالفین پر ایک بار پھر حجت تمام کر دی جائے۔ **وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ**۔

لزومِ کفر اور التزامِ کفر کی تعریف :-

لزومِ کفر کے معنی ہیں کسی بات پر کفر کا لازم آنا۔ اور التزامِ کفر کے معنی ہیں کسی شخص کا کفر کو اپنے اوپر لازم کر لینا۔ اس کی وضاحت یوں سمجھئے کہ کسی مسلمان کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے جو از روئے شرع کفر ہے تو یہ لزومِ کفر ہے۔ اب اُس مسلمان کو بتایا جائے کہ تیری اس بات پر لزومِ کفر آتا ہے اور وہ شخص توبہ کرنے کی بجائے اپنی بات پر اڑ جائے تو یہ التزامِ کفر ہوگا اور اب اُس شخص کو کافر ماننا پڑے گا۔ ہاں اگر وہ اڑ جانے اور ضد کرنے کی بجائے توبہ کر لے تو وہ مسلمان ہوگا کیونکہ التزامِ کفر ثابت نہ ہوا۔ حالتِ اکراہ اور حالتِ سکر اور غلبۂ حال اور نیند اور جنون بھی التزامِ کفر کے منافی ہیں۔ یعنی اِن حالتوں بھی لزومِ کفر والی بات منہ سے نکل جائے تو التزامِ کفر ثابت نہیں ہوتا اس لئے صاحبِ کلام کافر نہیں ہوتا۔

مثالوں سے وضاحت :-

﴿۱﴾ مشکوٰۃ شریف میں باب الاستغفار والتوبہ میں بحوالہ مسلم شریف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اُس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کا اونٹ جنگل میں اس سے بھاگ گیا اور اُس پر اُس کا کھانے پینے کا سامان بھی تھا۔ وہ شخص اپنے اونٹ سے مایوس ہو گیا۔ ایک درخت کے سائے میں آکر ستانے کے لئے لیٹا اور بے شک وہ اونٹ سے مایوس تھا کہ اچانک اُس کا اونٹ سازو سامان سمیت اس کے سامنے تھا۔ پھر اُس شخص نے اونٹ کی مہار پکڑلی اور **قال من شدة الفرح اللهم انت عبدی وانا ربك** یعنی کہا اُس نے خوشی کے غلبے سے مغلوب الحال ہو کر کہ "اے اللہ تو بندہ ہے میرا اور میں خدا ہوں تیرا"۔ **اخطأمن شدة الفرح** یعنی اُس نے خطا کی بہ سبب غلبۂ حال خوشی کے۔ ملاحظہ کیجئے اس حدیث شریف میں یہ الفاظ (اے اللہ تو بندہ ہے میرا اور میں خدا ہوں تیرا) کفر ہیں اور اِس کلام پر لزوم کفر آتا ہے۔ مگر صاحب کلام اپنے غلبۂ حال کے سبب اس لزومِ کفر سے بے خبر اور لا علم ہے۔ اِس لئے اُس کا التزامِ کفر ثابت نہ ہوا۔ لہذا وہ صرف خطاکار ٹھہرا۔

﴿۲﴾ بعض مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور جنابِ رسالت مآب کو سبّ اور اپنے بتوں کی تعریف کے الفاظ جبراً کہلوائے۔ حضرت عمار نے سارا واقعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا دل کس حال میں تھا۔ عرض کی ایمان کے ساتھ کامل طور پر مطمئن۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۰۶ کی ایک شانِ نزول یہ بھی ہے۔ آیت ملاحظہ ہو۔ **من كفر بالله من بعد ايمانه الّا من اُكره و قلبه مطمئن بالايمان**......الخ یعنی جو ایمان لا کر اللہ کے ساتھ کفر کرے سوا اُس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا۔ ہاں جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

ملاحظہ کیا آپ نے! مشرکوں نے جو کلمات کہلوائے ہوں گے وہ یقیناً لزومِ کفر کے کلمات تھے۔ مگر حالتِ اکراہ کے سبب صحابی کا التزامِ کفر ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس بات کی تصدیق اللہ جل جلالہٗ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما کر صحابی کو مطمئن کر دیا۔

﴿۳﴾ مثنوی مولانا روم میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو دیکھا جو محبتِ الٰہی کے

غلبۂ حال میں کہہ رہا تھا کہ خدا تو کہاں ہے میں تیرا خادم بننا چاہتا ہوں، میں تیری جوتیاں سینا چاہتا ہوں تیرے سر میں کنگھا کرنا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تیرے کپڑے سی دوں، تیری جوئیں ماروں۔ تیرے لئے دودھ لاؤں۔ تو بیمار ہو تو تیمارداری کروں تیرے ہاتھ چوموں اور پاؤں دباؤں، تیری خوابگاہ صاف کروں، گھی اور شربت پنیر اور پراٹھے تجھے دوں۔ میرا کام یہ چیزیں لانا ہو اور تیرا کام یہ چیزیں کھانا ہو۔ الغرض وہ ایسی باتیں کر رہا تھا کہ مُوسیٰ علیہ السلام نے اُسے ٹوکا اور پوچھا کس کو کہہ رہے ہو۔ بولا اپنے خدا کو۔

گفت مُوسیٰ ہائے خیرہ سر شدی   خود مسلماں ناشدہ کافر شدی

(مُوسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہائے تو دیوانہ ہو گیا۔ تو مسلمان نہ رہا کافر ہو گیا۔)

وہ شخص مُوسیٰ علیہ السلام کا مفصل فتویٰ سننے کے بعد سخت پریشان ہوا۔ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور روتا ہوا جنگل کو نکل گیا۔ مُوسیٰ علیہ السلام کی طرف وحیِ الٰہی آئی اور آپ کو اس مغلوب الحال پر فتویٰ لگانے سے روکا گیا۔ واضح ہو چکا ہے کہ اُس شخص کے کلمات پر لزومِ کفر آتا تھا مگر صاحبِ کلام کو اُس کے غلبۂ حال اور لاعلمی نے التزامِ کفر سے بچا لیا۔

مخالف کی گواہی :-

ایک دیوبندی عالم کی زبان سے لزوم والتزام کا فرق ملاحظہ ہو۔ مولانا حمد اللہ الداجوی فاضل سہارنپور لکھتے ہیں :

فنقول انه فرق بين لزوم الكفر و التزامه فان التزام الكفر كفر واما لزوم الكفر فليس بكفر ...... قال فى المواقف من يلزمه الكفر فلا يعلم به فليس بكافر ......

اور ہم کہتے ہیں کہ بے شک فرق ہے لزومِ کفر اور التزامِ کفر میں۔ پس بے شک التزامِ کفر تو کفر ہے۔ مگر لزومِ کفر کفر نہیں ہے۔ مواقف میں ہے کہ جس پر کفر لازم آئے اور وہ بے خبر ہو تو وہ کافر نہیں ہے۔

وذكر المفسر الألوسى ...... فلو قال شخص اومن برسالته ولا ادرى البشرام جنى ولا ادرى امن العرب او من العجم فلا شك فى كفره لتكذيبه القرآن ...... فلو كان غبيا لايعرف ذلك و جب تعليمه اياه فان

جحد بعد ذلك حكمناه بكفره ـ انتهىٰ

فانظر الى العلماء المحققين المحتاطين فى امرالتكفير و كذا يعلم من الحديث المعروف الذى فيه (اللهم انت عبدى وانا ربك) فهذه كلمة كفر لا التزام فيه ـ (البصائر لمنكرى التوسل باهل المقابر صفحه ۱۸-۱۹ مطبوعه ترکی)

اور مفسر آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ آپ بشر ہیں یا جن ؟ عربی ہیں یا عجمی ؟ تو اس کے کفر میں شک نہیں۔ قرآن جھٹلانے کے باعث اور اگر وہ غبی یہ بات نہیں جانتا تو اس کو بتانا لازم ہے۔ پھر بھی اگر وہ ضد کرے اور اڑا رہے تو ہم اس کے کفر کا حکم جاری کریں گے۔ بات ختم پس امر تکفیر میں تو محقق و محتاط علماء کا رویہ دیکھ۔

اور یہی پتہ چلتا ہے اس مشہور حدیث سے جس میں ہے "اے اللہ تو بندہ ہے میرا اور میں خدا ہوں تیرا۔" تو یہ کلام کفر ہے مگر التزامِ کفر یہاں ثابت نہیں۔

احتمال کی قسمیں اور لزوم و التزام کفر :-

احتمال کی تین قسمیں ممکن ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں :

نمبر ۱۔ احتمال فی الکلام :- یعنی کلام میں کوئی جائز توجیہ و تاویل ہو سکتی ہو۔ یہ احتمال لزومِ کفر کی نفی کرتا ہے۔ یاد رہے کہ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔

نمبر ۲۔ احتمال فی التکلّم :- یعنی اس بات میں شبہ آجائے کہ قائل نے وہ کفری کلمہ بولا یا نہیں۔ یہ احتمال جب آئے گا تو قائل کا التزامِ کفر ثابت نہ ہو سکے گا۔

نمبر ۳۔ احتمال فی المتکلّم :- یعنی خود قائل کے متعلق شبہ ہو کہ اس نے بے خیالی و بے خبری میں یا حالتِ سکر یا غلبۂ حال میں یہ کلام کہا اور اس کی قباحت پر آگاہ نہ کیا گیا یا کوئی ضعیف قول اس کی توبہ کا مل جائے تو بھی قائل کا التزامِ کفر ثابت نہ ہو گا۔

احتمال کی قسمیں اور مولوی اسماعیل دہلوی :-

نمبر ۱۔ احتمال الکلام :- مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات پر لزومِ کفر آتا ہے۔ ان میں تاویل کی گنجائش نہیں ملتی۔ وہ صریح کفر ہیں۔

نمبر ۲۔ احتمال فی التکلّم :- بعض دیوبندی حضرات کا موقف یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ

الایمان نامی کتاب نہیں لکھی ہے۔ چنانچہ مولوی حسین احمد مدنی نے مکتوبات میں اور صاحبِ تفسیر الاقوام نے اپنی تفسیر میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔ اُن سے مولوی حق نواز جھنگوی نے مناظرۂ جھنگ میں یہی موقف نقل کیا اور اسی موقف کو اختیار کیا۔ مولوی احمد رضا بجنوری اپنی کتاب 'انوار الباری' جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۷ پر مولوی حسین احمد مدنی کا موقف بیان کرتے اور اسی کی تائید کرتے ہیں۔

مولانا حکیم عبدالشکور مرزاپوری کے حوالے سے حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی نے اپنی کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان" میں لکھا ہے کہ صراطِ مستقیم، تنویر العینین اور ایضاح الحق الصریح آپ کی تالیفات میں سے نہیں ہیں اور تقویۃ الایمان بھی محرّف اور غیر معتبر ہے۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ۷۴ از: حضرت فاروقی)

مولوی سرفراز صفدر نے عباراتِ اکابر میں صراطِ مستقیم کی متنازعہ فیہ مشہور عبارت کو مولوی اسماعیل دہلوی کی ذاتی عبارت ماننے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی طرح بعض غیر مقلد بھی کر رہے ہیں۔ اگرچہ دلائل و شواہد کی روشنی میں یہ ایک ضعیف ترین قول ہے جو اکثر کے خلاف ہے اور بالکل شاذ قول ہے۔ تاہم اس سے التزامِ کفر میں تو احتمال آگیا۔ لہٰذا یہاں امام احمد رضا کے موقف کی تائید ان حضرات کی زبان سے ہی ہو گئی ہے۔

نمبر ۳۔ احتمال فی المتکلم :- مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں یہ احتمال دو طرح سے ممکن ہے۔ اوّلاً احتمال ہے کہ اُسے اپنے کلمات کے کفریہ ہونے کا علم ہی نہ ہوا ہو۔ اور اپنے خلاف لگائے گئے فتوائے کفر کا اُسے علم ہی نہ ہوا ہو۔ تحقیق الفتویٰ اس کے سامنے پیش ہونا مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ مناظرۂ دہلی میں مسائل زیرِ بحث لائے گئے تھے اس کی کفریہ عبارات پر بحث نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ احتمال عقلاً ممکن ہے۔ اور التزامِ کفر میں احتمال ہے۔ ثانیاً افکار و سیاسیاتِ علماء دیوبند صفحہ ۳۸ پر مولانا محمد شریف نوری نے کتاب "ہدایت الصالحین برحا توقیر الحق" مصنفہ نواب قطب الدین دہلوی صفحہ ۷۸ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مناظرۂ پشاور میں مولوی اسماعیل دہلوی کو ایسی عبرت ناک ناکامی کا سامنا کرنا پڑا کہ توبہ کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا تو مجبوراً اپنے عقائد سے توبہ کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے زمانے میں اُن سے ایک سوال ہوا جس میں ذکر ہے کہ "ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے۔" مولوی گنگوہی صاحب نے جواب دیا کہ "توبہ کرنا اُن کا بعض مسائل سے محض افتراء

اہلِ بدعت کا ہے۔" (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۸۴۔۸۵)۔ ظاہر بات ہے کہ اہلِ بدعت کا لفظ یہ حضرات اہلِ سنت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تو اہلِ سنت میں یہ قول کہیں نہ کہیں مل جاتا تھا کہ اسماعیل دہلوی نے اپنے غلط مسائل سے توبہ کی تھی۔ یہاں اگرچہ کفریہ عبارات سے توبہ کی صراحت تو نہیں ہے مگر احتمال تو ہے اور وہی اس کے التزامِ کفر میں احتمال ہے۔

بعض جدید شبہات کا ازالہ :-

نمبر ۱۔ مولانا فضل حق خیر آبادی اور سترہ دیگر علماء نے ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ھ میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر فتویٰ لگاتے ہوئے لکھا کہ "اس بیہودہ کلام کا قائل ازروئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے...... جو اس کے کفر میں شک و تردّد لائے...... کافر و بے دین اور نا مسلمان و لعین ہے۔" یہ فتویٰ مولانا احمد رضا خان کے خلاف ہے کیونکہ اس میں لزوم و التزام کی تاویلات کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ یہ فتویٰ مولانا احمد رضا خان کے خلاف بالکل نہیں ہے۔ بلکہ امام احمد رضا خان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ معترض کو یہ علم نہیں ہے کہ جس کا التزامِ کفر ثابت نہ ہو وہ حقیقتاً قائل قرار نہیں دیا جاتا اگرچہ بظاہر قائل وہی ہو۔ اس کی مثالیں ہم پیش کر چکے ہیں۔ اور التزامِ کفر سے بچنے کا دروازہ توبہ ہے جسے موت بند کرتی ہے مفتی کا فتویٰ بند نہیں کرتا۔

نمبر ۲۔ ۱۲۴۰ھ میں مناظرۂ دہلی میں اسماعیل دہلوی نے کفریہ عبارات سے توبہ نہیں کی۔ عالی جاہ! اس مناظرہ میں کفریہ عبارات کو زیرِ بحث ہی کب لایا گیا تھا۔ وہاں تو چند دیگر اختلافی مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا تھا۔

نمبر ۳۔ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو مرتے وقت تک اسماعیل دہلوی نے گستاخانہ عبارات سے توبہ نہیں کی۔ ورنہ بعد کے علماء اہلِ سنت مثلاً مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی وغیرہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہ کرتے۔ جواباً عرض ہے کہ تحقیق الفتویٰ کے چھ سال بعد تک مولوی اسماعیل دہلوی زندہ رہا۔ کیا ہمارے مہربان کو مولوی اسماعیل دہلوی کی اس عرصے کی وہ ڈائری مل گئی ہے جو کراماً کاتبین نے لکھی تھی اور اس میں توبہ مذکورہ نہیں ہے۔ کیونکہ نفی کے مدعی کو علمِ محیط درکار ہے۔ اور واقعاتِ نادرہ میں اثباتِ واقعہ کا قول نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ مذکورہ علماء تک یہ قول نہ پہنچا ہو۔ یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ توبہ کا قول تو ان تک بھی پہنچا ہو مگر شرعی فقہی پیمانے پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے انہوں نے اس قول کو تسلیم نہ کیا ہو۔ اور توبہ کا شُبہ صرف احتیاط کی ترغیب دیتا ہے اور امام احمد رضا کسی کو احتیاط پر

مجبور نہیں کر سکتے۔

نمبر ۴۔ اسماعیل دہلوی کے کفر کو یزید کے کفر سے تشبیہ دینا غلط ہے کیونکہ یزید کے ساتھ مناظرے نہیں ہوئے۔ جواباً عرض ہے کہ تشبیہ کا **مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہ** ہونا لازمی نہیں۔ جس طرح یزید کو بعض مسلمان، بعض کافر کہتے ہیں بعض توقف کرتے ہیں۔ یہی حال اسماعیل دہلوی کا ہے۔ **مِنْ بعض الْوُجُوہ** تشبیہ یہاں ثابت ہے۔ اِس سے انکار کرنا تاریخ سے آنکھیں چُرانا ہے۔

نمبر ۵۔ لزوم والتزامِ کفر اور اسماعیل دہلوی کے سوال پر اہلِ سنت کا مناظر نہایت بے چارگی اور بے بسی محسوس کرتا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ آپ کی بات تو ہم نہیں کرتے ممکن ہے آپ بے چارگی اور بے بسی محسوس کرتے ہوں۔ تاہم اہلِ سنت کا مناظر یہاں قطعاً نہیں رُکتا۔ وہ تو اس سوال کا منتظر بیٹھا ہوتا ہے اور جونہی سوال آتا ہے وہ پوری وضاحت کے ساتھ معترض کا منہ بند کر دیتا ہے۔ راقم نے بھی مناظرۂ بریلی، مناظرۂ اوری، مناظرۂ جھنگ اور مناظرۂ بنگال وغیرہ کی روئیدادیں پڑھی ہیں۔ کئی مناظروں کی کیسٹس بھی سنی ہیں۔ ہمیں تو اِس مسئلے میں دیوبندی مناظر ہر جگہ دبکا ہوا نظر آیا ہے۔ ان بے چاروں کو تو اس مسئلے میں بات بھی کرنی نہیں آتی۔ اور انہیں لزومِ کفر اور التزامِ کفر کا فرق بھی معلوم نہیں ہوتا چنانچہ مناظرۂ جھنگ میں دیوبندی مناظر حق نواز جھنگوی نے مولانا محمد اشرف سیالوی سے پوچھا تھا۔

"باقی رہی ایک بات یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے لزوم والتزام کی وجہ سے کافر نہیں کہا۔ آپ بتائیں کہ لزوم کے لفظ کون سے ہوتے ہیں اور التزام کے کون سے ہوتے ہیں؟"

(مناظرۂ جھنگ صفحہ ۱۰۷)

جو بے چارے اتنا بھی نہیں جانتے کہ لزوم والتزام میں لفظ ایک ہی ہوتے ہیں یا لفظوں میں فرق ہوتا ہے۔ اُن مناظرین کا میدانِ مناظرہ میں ہونے والا حشر کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندی مناظرین اپنے اکابر کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ سے ہر جگہ کنی کتراتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو چیلنج دے کر دیکھ لیجئے۔

نمبر ۶۔ مفتی خلیل خان بجنوری نے لزوم والتزام اور احتمال کے اِنہی لفظوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیگر اکابرِ دیوبند کی کفریہ عبارات کی بنا پر انہیں کافر کہنے سے احتیاط اور کفِ لسان کا قول کیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ مفتی مذکور کی کتاب "انکشافِ حق" میں نے پڑھی ہے۔ جن اکابرِ دیوبند کو وہ بچانا چاہتا ہے نہ اُن کی عبارات میں اسلامی احتمال دکھا کر انہیں لزومِ کفر سے بچا سکا ہے۔ اور نہ ہی اُن افراد کے

التزام کفر کی نفی پر کوئی دلیل یا احتمال دکھا سکا ہے۔ کتاب کو قواعد سے یا نظائر سے ضخیم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر ہر جگہ قیاس مع الفارق سے کام لیا گیا ہے۔ فی الحال اتنا اجمال کافی ہے۔

نمبر ۷۔ جب اسماعیل دہلوی کو مولانا احمد رضا نے مسلمان کہا ہے تو اس کی عبارات دیوبندیوں اور اہلحدیثوں کے خلاف کیوں پیش کرتے ہو۔ جواباً عرض ہے کہ اعلیحضرت امام احمد رضا کا موقف توقف کرنا ہے وہ نہ اُسے مسلمان کہتے ہیں اور نہ ہی احتیاطاً اسے کافر کہتے ہیں۔ البتہ اس کی گستاخانہ عبارات کو دیوبندی وہابی اور غیر مقلد وہابی درست اور برحق مانتے ہیں۔ اس لئے اُس کی کفریہ عبارات کو درست اور اسلامی مان کر یہ التزامِ کفر کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الکل مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ "کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اُس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔" (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۸۷) "بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔" (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۸۵)۔ لہذا مولوی رشید احمد گنگوہی اور اُن کے پیروکار تو تقویۃ الایمان کے کفریات کا التزام کر چکے ہیں۔ رہ گئے غیر مقلد وہابی تو وہ تو تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف پر فدا ہیں۔ یقین نہ آئے تو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے: "تقویۃ الایمان اور اس کا مصنف عالی شان اسماعیل **وما ادرك ما اسماعيل**۔ آج کل بعض اخباروں میں مجاہد فی اللہ شہید فی سبیل اللہ مولانا اسماعیل رضی اللہ عنہ کی تقویۃ الایمان پر ذکر اذکار ہو رہا ہے...... مختصر یہ کہ شہید مرحوم نے جو کچھ لکھا ہے قرآن حدیث اور اقوالِ صوفیاء کے بالکل مطابق ہے۔" (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۱۰۱)۔ اندریں حالات مولوی اسماعیل دہلوی کا التزامِ کفر محتمل و ظنی بھی ہو جائے تو بھی مذکورہ دیوبندی اور غیر مقلد حضرات کو تقویۃ الایمانی کفریات کا التزام کفر قطعی غیر محتمل اور صریح قرار پاتا ہے۔ نوشاد صاحب کو وہم ہے کہ لزوم والتزامِ کفر کے فرق کو ملحوظ رکھنے سے اکابرِ اہلِ سنت کے فتوے کمزور قرار پاتے ہیں حالانکہ کمزوری محض ہمارے مہربان کے فہم میں ہے۔ اور اکابرِ اہلِ سنت کے فتوے اپنے اپنے مقام پر درست اور برحق ہیں۔ انہوں نے شرعی فقہی اصولوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ انہیں اپنے جذباتی اور کم فہمی کے پیمانوں سے ماپنے کی ہر کوشش کا یہی حشر ہو گا جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ **وماعلينا الا البلاغ المبين والحمد لله رب العالمين**۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆